© rasailojaraid.com

اس کی وجہ صاف وواضح یہ ہے کہ جس ذات نے انسان کو پیدا کیا وہی اس کی ضرورت کو بہتر طور پر سمجھتے ہوئے ایسے قوانین فطرت مہیا کرسکتا ہے کہ جس کی روشنی میں معاشرے میں روحانی و مادی طور پر مطلوبہ نظم وضبط قائم رہ سکتا ہے۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ارباب اختیار انسانوں نے الہامی نظریات کے اندر اپنے نظریات کو جنم دیا جو کہ بظاہر تو الہامی قوانین کا لبادہ اوڑے ہوئے تھے لیکن درحقیقت یہ قوانین اُن لوگوں کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہوتے تھے،ان سے کسی نہ کسی حد تک انسانی ضروریات ومعاشرے میں نظم تو قائم ہوسکتا تھا لیکن یہ قوانین مطلوبہ اخلاقی وروحانی اقدار کو معاشرے میں نافذ کرنے میں ناکام ہوتے رہے،ایسے لوگ مقصد حیات بھول کر دین کے مطابق اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے بجائے دین کو ہی تبدیل کرنے میں لگ گئے درحقیقت اُنہوں نے ''اصل دین کو مسخ کر کے اور اس میں کمی وبیشی کر کے جو بہت سے مذاہب نوع انسانی میں رائج کیے گئے،ان کی پیدائش کا سبب اس کے سواء کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے اپنے جائز حد سے بڑھ کر حقوق،فائدے،اور امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد،اصول اور احکام میں ردوبدل کرڈالا''(۱)

اللہ تعالی نے دین فطرت میں ہونے والی تبدیلیوں کے سدباب اور معاشرے میں ہونے والی سماجی،اخلاقی اور روحانی تغیرات کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ہر دور میں اپنے محبوب بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو احکامات دے کر مبعوث فرمایا اور ان احکامات کو ان پاک نفوس نے نہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اپنی ذات پر نافذ کیا بلکہ اس دعوت کو لیکر دنیا کے کونے کونے میں اور ہر قوم تک اس حق کی صدا کو پہنچایا اور اس پیغام حق کو پہنچانے میں انہوں نے طرح طرح کے مصائب وآلام کا انتہائی صبر وشکر کے ساتھ سامنا کیا تاکہ آدم کو اُس کی پیدائش کا مقصد بتایا جاسکے اور یہی دین اسلام کی بھی دعوت ہے۔

دعوت کے لغوی واصطلاحی مفہوم

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں دین کی طرف بلانے ،متوجہ کرنے اور مقاصد انسانیت کے احساس کو جگانے کیلئے جن جملوں اور اصطلاحات کا استعمال ہوا ان میں سے ایک لفظ ''دعوت'' کا ہے یہ کلمہ (دع وت) قرآن مجید میں تقریبا دوسو آٹھ مرتبہ مختلف صیغوں اور صورتوں میں نازل ہوا ہے جس میں چوالیس مرتبہ اللہ تعالی اور اس کے دین کی طرف بلانے کے لئے دعوت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ایک ماہر لغت دعوت کے مفہوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

دعاه الی الولیمة ودعاه الی القتال......والنبی داعی الله وهم دعاة الحق.(۲)

''اس کو دعوت دی ولیمہ کی اور اس کو دعوت دی قتال......اور نبی اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہی دعوت حق ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ راغب اصفہانی کے بقول

الدعا الی الشئی :الحث علی قصدة.(۳)

’’دُعا سے مراد کسی چیز کو حاصل کرنے کی ترغیب دینا یا اس پر ابھارنا‘‘

دعوت کے اصطلاحی مفہوم اور تعریف سے متعلق ذکر ہے کہ:

الدعوہ الی الاسلام طلب الناس وسوقھم الیه وحثھم علی الاخذ به.(۴)

’’اسلام کی دعوت سے مراد لوگوں کو اس کی طرف بلانا اور ان کی رہنمائی کرنا، اور اس کے اختیار کرنے پر ابھارنا ہے‘‘

لفظ دعوت کے لغوی، اصطلاحی معنی اور اس کی وسعت کو قرآن کریم اور حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں رکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ دعوت سے مراد لوگوں کو بلانا، آگاہ کرنا اور ابھارنا ہے، اس کے علاوہ یہ لفظ اس کا بھی متقاضی ہے کہ دین فطرت کی طرف بلانے اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے وہ انداز اور طریقہ کار کا اختیار کرنا ضروری ہے کہ جس سے مدعو ومخاطب اس کی طرف راغب ہو اور بیان کردہ پیغام کی نہ صرف حقانیت کا قائل ہو جائے بلکہ تسلیم کرے کہ اسی پیغام کی قبولیت میں اس کی دنیا و آخرت کی نجات ہے۔

دعوت کی اہمیت قرآن وحدیث کی نظر میں

کسی بھی معاشرے میں جب بھی کسی نئے نظریہ حیات کی دعوت دی جاتی ہے تو عمومی طور پر معاشرہ تین طرح کے طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک وہ جو اس نظریہ کو اپنا کر خود اس نظریہ کا ہمنوا بن جاتا ہے، دوسرا وہ جو کہ مکمل غیر جانبدار ہو کر خاموشی سے ان نظریات کا جائزہ لیتا ہے اور تیسرا طبقہ وہ ہے جو اس نئے نظریہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور نظریہ کے داعی کو اس وقت تک شدید مصائب وتکالیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے جب تک تیسرا گروہ عددی اعتبار سے پہلے یا دوسرے گروہ سے کم نہ ہو جائے۔

غارِ حرا میں تلاشِ حق کے بعد جو فکر آپ کو دامن گیر تھی وہ یہی کہ کس طرح اس دعوت کو لوگوں میں عام کیا جائے اور لوگ جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والے بن جائیں۔ گو کہ عرب میں چند اشخاص نے صرف بت پرستی کو ترک کر دیا تھا بلکہ وہ اعلانیہ اس کی مذمت بھی کرتے تھے فرق صرف ان لوگوں میں اور آپ ﷺ میں یہ تھا کہ ترک بت پرستی کے بعد ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی نئی سوچ وفکر نہ تھی کہ جس کے بل بوتے پر وہ لوگوں کے عقائد، عبادات کے ساتھ تصور وحدت یعنی ایک خدا کی عبادت کے مسئلہ کا حل کر سکتے جبکہ نبی کریم ﷺ نے اس معاشرے میں بیشمار خداؤں کو رد کر کے تصور توحید دیا جس میں ایک جامع نظریہ حیات موجود تھا جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا و آخرت کا کامیاب امیدوار بن سکتا ہے۔ مخالفین اس لئے بھی اس نئے نظریہ کی مخالفت میں کمربستہ ہوئے تھے کہ توحید کی دعوت اور اس کی تعلیمات میں معاشرت کے وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی پہلو واضح ہوتے ہیں کہ جن کے دنیا میں رائج ہونے سے ان کی دنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت کے ماند ہونے کا خدشہ پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے انبیاء ورسل اللہ تعالیٰ کے ہاں مرکز نگاہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والے پیغام اور دعوت کے امین بھی تاکہ بندوں کا اپنے رب سے تعلق قائم ہو اس لئے ان کی منشاء یہی ہوتی ہے کہ اس کا پیغام لوگوں میں عام ہو، چاہے پیغام رساں کو اس میں کتنے ہی مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن حکیم میں کئی بار دعوت دینے کا حکم دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.(۵)

''اے خدا کے پیغام پہنچانے والے آپ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اس کو پہنچاؤ، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ کو خدا لوگوں سے بچالے گا''

فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.(٦)

''اور اگر تم منہ پھیرو گے تو جان رکھو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کو کھول کر پہنچا دینا ہے''

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظاً إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ.(۷)

''پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو تو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا کام صرف احکام کا پہنچا دینا ہے''

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ.(۸)

''لوگوں کو نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ مند ہو''

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ.(۹)

''اور نصیحت کر کہ نصیحت اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے''

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ.(۱۰)

''قرآن سے سمجھاؤ اس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے''

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ.(۱۱)

''آپ نصیحت کرتے رہیں آپ نصیحت کرنے والے ہیں''

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ.(۱۲)

''اے پیغمبر نصیحت کرتے رہیں اور آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ دیوانے''

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّراً وَنَذِيراً.(۱۳)

''اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے''

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً.(۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ.(۱۵)

''اے چادر پوش اٹھو اور ہوشیار و آگاہ کرو''

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ.(۱۶)

''اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشادات میں تبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بڑی فضیلت آئی ہے اور آپ ﷺ نے اپنے پیچھے آنے والوں کو بھی دعوت دینے کے عمل کو جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

فوالله لان يهدى بک رجلا واحدا خير لک من ان يكون لک حمر النعم.(۱۷)

''پس خدا کی قسم تمہاری کوششوں سے ایک آدمی کا بھی دین حق قبول کر لینا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہیں:

عن ابى سعيد الخدرى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من راى منكم منكرا فليغير ه بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلک اضعف الايمان.(۱۸)

''ابوسعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے درست کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہوگا''

عن حذيفه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: والذى نفسى بيدى لتامرون بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليوشكن الله ان يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم.(۱۹)

''حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے پھر تم اسے پکارو اور تمہیں جواب نہ آئے گا''

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے دعوت دین کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام الناس کو دعوت دینے کے عمل کا جاری رکھنے کا حکم دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے جاری رکھنے اور دعوت کے عمل کو ایمان کی علامت قرار دیا۔

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ.(٢٠)

''جتنی امتیں (یعنی) قومیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو''

وَلْتَكُن مِّنكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ.(٢١)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے''

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.(٢٢)

''نیکی وتقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نیکی پھیلانے اور بھلی بات کو آگے پہنچانے کی تربیت اور احساس دلایا، بدی کو روکنے کا حکم دیا اور اس سے تعاون کرنے کے انجام بد سے ڈرایا۔ فرمایا۔

بلغوا عني ولو آية.(٢٣)

''مجھ سے علم آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو''

حجتہ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ ارشاد فرماتے:

اللهم هل بلغت: فليبلغ الشاهد الغائب.(٢٤)

''اے اللہ میں نے پہنچادی، پس تم میں سے موجود غیر موجود تک پہنچائیں''

عن جرير بن عبد الله قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم المعاصي يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم الله منه يعاقب قبل ان يموتوا.(٢٥)

''جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی آدمی لوگوں میں گناہ کرے اور لوگ اس کو درست کرنے پر قادر ہونے کے باوجود درست نہ کریں تو مرنے سے پہلے اللہ تعالی انہیں ضرور عذاب دیگا''

امام غزالی اور دعوت دین

امام غزالی کی عظیم شخصیت کا راز دراصل اس بات میں پوشیدہ ہے کہ امام غزالی وہ پہلے شخص ہیں جو علمیت کے بڑے درجے تک پہنچنے کے بعد بھی اپنے موجودہ علم پر مطمئن نہیں تھے وہ اپنے علم و تحقیق میں اضافہ کے لئے اپنے ذہن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوالنامے ترتیب دیتے رہے اور حق کی تلاش کے لئے سرگرداں رہے اس سفر حق میں انہوں نے کئی قسم کی زحمتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور یہ عمل صرف اس لئے کہ امام غزالیؒ کے زمانے میں جو علوم وفنون رائج تھے اور جن کا لوہا دنیا میں مانا جاتا تھا امام غزالی نے ان علوم کا از سرنو جائزہ لیا اور اس کے بارے میں معاشرے میں رائج رسوم ورواج کی اندھی تقلید نہیں کی آپ خود فرماتے ہیں کہ:

حتی انحلت رابطة التقلید وانکسرت علی العقاید الورثه.(۲۶)

''تقلید کے بندھن مجھ سے ٹوٹ گئے اور روایتی عقیدے شکست کھا گئے''

تقلید سے آزادی کے بعد حقیقت تک رسائی کے لیے آپ نے تصوف کا سہارا لیا جس چیز نے امام غزالی کو تصوف کی طرف مائل کیا، وہ صوفی کا زہد وتقویٰ تھا، اُن کا دامن دنیا طلبی کے داغ دھبوں سے بالکل صاف تھا اور وہ اخلاق عالیہ سے آراستہ تھے دوسری وجہ یہ کہ صوفی کا علم، امام غزالیؒ کی نظر میں صحیح، ان کا عرفان آزمایا ہوا اور انداز فکر حکیمانہ تھا جو کہ صرف حکماء اور اولیاء کا ہی حصہ ہوسکتا ہے ان ہی وجوہات کی بناء پر صوفیہ پر بھروسہ کرنا امام غزالیؒ کے لیے آسان تھا۔

ان سیرتهم احسن السیر وطریقهماصوب الطریق واخلاقهم ازکی الاخلاقبل لو جمع عقل العقلاء وحکم الحکماء وعلم الواقفین عالی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا شیئا من سیرهم واخلاقهم ویبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیل وان جمیع حرکاتهم وسکناتهم فی ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من نور مشکوة النبوةولیس ورآء نور النبوة علی وجه الارض نور یستضأبه.(۲۷)

''مجھے محسوس ہوا کہ انھیں کی (صوفیہ) سیرت خوب تر ہے انھیں کا راستہ دوسرے راستوں کی نسبت زیادہ سیدھا ہے اور انھیں کی اخلاق زیادہ پاکیزہ ہیں بلکہ اگر تمام عقلا کی عقلیں اور سب حکماء کی دانائیاں اور علماء شریعت اور واقفان دین کے علوم اکھٹا کئے جائیں تب بھی اس لائق نہ ہوں کہ ان کے اخلاق وسیرت کے مقابلہ میں کسی اخلاق وسیرت کو پیش کرسکیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تمام حرکات وسکنات مشکوۃ نبوت سے روشن ہیں اور نور نبوت کے علاوہ روئے زمین پر اور کوئی نور ہے ہی نہیں جس سے روشنی حاصل ہوسکے''

جب امام غزالی کو حقائق کا ادراک علم نبوت سے نصیب ہوا تو شریعت مطہرہ کے تمام علوم آپ پر آشکارا ہوئے جن کی مدد سے آپ نے دعوت دینی کا کام سرانجام دیا۔

علماءِ ظاہر اور امام غزالی

دعوت دین سے مراد صرف عقائد کی درستگی یا عبادت کا رواج نہیں بلکہ معاشرے میں ہونے والی ایسی تبدیلیوں کا مقابلہ بھی ہے جس سے دین کا مذہبی تشخص سماجی واخلاقی روایات کا نظم پامال ہوتا ہے، جب امام صاحب نے مجموعی طور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر معاشرے پر نظر ڈالی اور اس بنیاد کی تلاش کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے معاشرہ حقیقی فساد میں مبتلا اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے دور ہے تو آپ کی نظر علماء ظاہر کی بداعمالیوں کی طرف متوجہ ہوئی آپ کے نزدیک تمام قوم کی بداخلاقی کے ذمہ دار ایسے علماء ہیں جو خود کو تو وارث انبیاء کہلواتے ہیں لیکن حُب جاہ، مال ودولت اور اختیار واقتدار کی محبت میں گرفتار ہیں ''کوئی شخص اگر امام صاحب کے تمام حالات اور خیالات کو غور کی نظر سے دیکھے تو اس کا صاف نظر آئے گا کہ امام صاحب کو سب سے زیادہ جس چیز کا رونا ہے وہ علماء کی حالت ہے'' (۲۸)

یہ احساس آپ کے دل ودماغ میں اس قدر قوی تھا کہ ذراسی تحریک پر جاگ جاتا، کسی بھی مجلس میں، کوئی بحث، کوئی تذکرہ ہو یہ احساس نالہ فریاد بن کر زبان پر آجاتا اور احیاء العلوم تو اس ماتم سے پُر ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

ففساد الرعایا بفساد الملوک، وفساد الملوک بفساد العلماء، وفساد العلماء باستیلاء حب المال و الجاہ. (۲۹)

''رعایا اس وجہ سے ابتر ہوگی کہ سلاطین کی حالت بگڑ گئی اور سلاطین کی حالت اس وجہ سے بگڑی کہ علماء کی حالت بگڑ گئی اور علماء کی خرابی اس وجہ سے ہے کہ جاہ ومال کی محبت نے ان کے دلوں کو چھالیا''

اس کی ایک وجہ علماء کا اپنے افعال واعمال کو لوگوں میں مذہبی طور پر پیش کرنا، ان کو اپنی ہر برائی، اچھائی کی صورت میں نظر آتی ہے مثلاً مخالف کو ذلیل وخوار کرنا عین حجت اسلام سمجھتے، جاہ پرستی کو اسلام کی شان وشوکت سے تعبیر کرتے، بحث مناظرہ کے ذریعے معاشرے میں قدر وقیمت بڑھانے کو اہل کفر وبدعت سے جہاد قرار دیتے اور ان تمام عوامل کو اپنی خدمت اسلام سمجھتے اور کہلواتے تھے الغرض اسی نوع کے تمام جذبات کو خوبصورت انداز میں پیش کرتے۔ ایسے عالم سوء جن کا مقصد علوم دین سے دنیادی مقاصد کا حصول اور لوگوں کی خوشنودی کیلئے شریعت مطاہرہ کی تعلیمات کو اُس کے اصل مقام سے ہٹا کر بیان کرتے ہیں امام غزالیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''این عالم نیز همچنین در خون دین مردمان تو دورفیق دجال بودو صدیق ابلیس بود، ودرهر شهرکه چنین یکی باشد، ابلیس اندر آن نشود که وی خود اتمام نیابت وی دارد'' (۳۰)

''ایسا ہی یہ عالم ہیں یعنی لوگوں کے دین کے درپے اور دجال کا رفیق اور ابلیس کا دوست شفیق جس شہر میں ایسا عالم ہوتا ہے وہاں شیطان کے جانے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ عالم تو خود اسکا نائب اور رفیق ہے''

ان ہی وجوہات کی بناء پر علماء ظاہر کا ایک کثیر گروہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا اور انہوں نے عوام اور حکمرانوں کو آپؒ سے گمراہ کرنے کے لیے آپ پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرنی شروع کردی، انہوں نے آپ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان علمی اختلاف کو شخصی تنقید کے طور پر پیش کیا جس کی جواب طلبی کے لیے آپ کو دربار میں بلوایا جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر آپ نے پُر جوش علمی خطبہ کے ذریعے اس گروہ کے مکروہ مقاصد کو ملیامیٹ کر دیا آپ نے فرمایا کہ:

''امام ابو حنیفہ غواص ترین امت مصطفیؐ بود در حقائق معانی فقہ ہر کہ جز ازایں از عقیدت من یا از حط ولفظ من حکایت کند دروغ میگویند''(۳۱)

''امام ابوحنیفہؒ معانی فقہ کے حقائق میں امت محمدیہ کے اخص الخواص شخص ہیں اور جو شخص میرا عقیدہ خط یا لفظ سے اس کے علاوہ بات کرتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے''

امام غزالی نے حقیقی علماء جو کہ وارث انبیاء ہیں ان کی خصوصیات کو معاشرہ میں فروغ دیا تا کہ عوام الناس مذہبی فریب میں نہ آئیں آپ کے بقول علماء حق سے مراد صرف یہ نہیں کہ وہ اخلاقی ونفسانی بیماریوں سے پاک اور علوم ظاہرہ پر کمال رکھتا ہو بلکہ ان علوم کے ساتھ ساتھ علوم باطنہ اور حقائق پر بھی دسترس رکھتا ہو۔ آپ کے نزدیک عالم کی تعریف یہ ہے کہ:

فنقول: من يعرض حب الدنيا وحب الجاه، وكان قد تابع لشخص بصير، بتسلسل متابعته الى سيدالمرسلين ﷺ وكان محسنا ورياضة نفسه من قلة الاكل والقول والنوم، وكثرة الصلوات والصدقة والصوم، وكان بمتابعته الشيخ البصير جاعلا محاسن الاخلاق له سيرة كالصبر والصلاة والشكر والتوكل واليقين والقناعة وطمانية النفس والحلم والتواضع والعلم والصدق والحياء والوفاء والوقار والسكون والتاني وامثالها، فهو اذا نو ر من انوار النبي ﷺ يصلح للقتداء به. (۳۲)

''دنیا کی محبت وعزت و مرتبے کی چاہت سے منہ موڑ کر ایسے کامل شیخ سے بیعت کر چکا ہو جس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہو۔ اس شخص نے ہر قسم کی ریاضت کی ہو اور آنحضرت ﷺ کی ہر حکم کی تعمیل کی ہو، وہ شخص تھوڑا کھانا کھاتا ہو، تھوڑی نیند کرتا ہو، زیادہ نمازیں پڑھتا ہو زیادہ روزے رکھتا ہو اور خوب صدقہ وخیرات کرتا ہو اس کی طبیعت میں تمام اچھے اخلاق ہونے چاہئے اور صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، امانت، حلم (سنجیدگی) انکساری، فرمانبرداری، سچائی، حیاء، وقار، سکون اور اسی قسم کے اور فضائل اس کی سیرت و کردار کا حصہ ہوں، اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے انوار سے ایسا نور اور روشنی حاصل کی ہو جس سے تمام بُری خصلتیں مثلاً کنجوسی، حسد، کینہ، جلن، لالچ، دنیا سے اُمید، غصہ اور سرکشی وغیرہ اس میں ختم ہو چکی ہو اور علم کے سلسلے میں کسی کا محتاج نہ ہو سوائے اس علم کے جو کہ ہمیں (مخصوص) آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے''

ایسے شخص کامل کی محبت بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور ان ہی عالموں کی پاک توجہات سے انسان اپنی ظاہری وباطنی غلطیوں سے پاک ہو کر اللہ کا محبوب اور خلیفۃ الارض کا حقیقی مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ حق وباطل کی یہ مذہبی جنگ آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی اس ہی طرح رواں ہے جو علماء کا حال وہی عوام الناس کا حال، جیسا کہ عصر حاضر میں ان میں اُتنے فی صد ہی علماء راہ راست پر ہیں جتنی فیصد عوام الناس، کیوں کہ آپ ﷺ دنیا میں عالم ربانی کی حثیت سے تشریف لائے تھے اور عوام الناس کے نفوس کو اخلاقی بیماریوں سے پاک کرنا منصب رسالت کا اہم فریضہ تھا اس لیئے مسلم معاشرے کی اصلاح وراثت انبیاء کی ذمہ داری ہے، آپ کے افکار کے مطابق علماء حق اور سو کو پہچاننے کیلیئے ان کی معاشرت کو شریعت مطاہرہ کی روشنی میں انہیں پرکھا جانا چاہیے کیونکہ شریعت ہی معیار ہے حق و باطل میں فرق کرنے میں۔ امام غزالیؒ نے نہ صرف علمائے دنیا وآخرت کی صفات کو بیان کیا بلکہ علمائے کرام کی ذہنی وفکری تربیت کیلیئے علماء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے دین کی اہمیت کو دُنیا کے ہر اُمور پر فائق قرار دیا آپ فرماتے ہیں کہ:

"دینا راہ برای دین آفریدہ اند نہ دین راہ برای دنیا، دنیا تبعست و خادم و دین متبوع و مخدوم ؛ هرک مخدوم راوسلیئہ خادم سازد وضع الصی معکوس و منکوس گردانیدہ بودوو ضع الصی خود بنگرز واماوی بصورت و علم خویشمنکوس شودھم ذراین عالم لیکن این چشمھای ظاھر انتکاس وی نبینند، چون این چشم فراشو وعالم دیگر پدیر آید کہ حقایق معانی راز" (۳۳)

"دنیا دین کی خاطر پیدا کی گئی ہے نہ کہ دین دنیا کے لیے، دنیا تابع ہے اور دین متبوع، دنیا خادم ہے اور دین مخدوم، جو شخص مخدوم کو خادم کا وسیلہ بناتا ہے وہ قانون الٰہی کو معکوس ومنکوس بناتا ہے تو قانون الٰہی خود تو الٹتا نہیں لیکن الٹنے والے کو اس دنیا میں الٹ پلٹ دیتا ہے لیکن ظاہری آنکھیں اس چیز کو نہیں دیکھ سکتی۔ جب یہ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور دوسرا جہاں نمودار ہوتا ہے تو حقیقت حال سامنے آجاتی ہے۔"

حکمران اور دعوت دین

پانچویں صدی ہجری میں اسلام بلکہ ساری دنیا کی عظمت وشوکت کے دو بڑے مراکز سلجوقی بادشاہ اور آل عباس تھے امام صاحب ان دونوں درباروں میں بڑے محترم جانے جاتے تھے یہی وجہ تھی کہ "نظام الملک طوسی، ملک شاہ سلجوقی اور خلفائے عباس کے درباروں میں ان کو کامل اعتماد حاصل تھا ان کی علمی حیثیت اور جاہ وجلال کے سامنے امراء ووزراء اور خود دربار خلافت کی شان وشوکت بھی ماند پڑ گئی تھی۔" (۳۴)

وقت کی سیاست میں آپ کو اس حد تک دخل حاصل تھا کہ سلجوقی فرمانروا اور عباسی خلفاء میں جب کبھی اختلاف رونما ہوتا تو ان کو سلجھانے کے لیے امام غزالی کی ہی خدمات حاصل کی جاتی تھی دونوں حکومتوں کے اہم اور سنگین معاملات ان کی شرکت اور رائے کے بغیر طے نہیں پاتے تھے سن ۴۵۸ ہجری میں جب ملک شاہ سلجوقی نے وفات پائی تو ایک ٹکراؤ کی کیفیت خاندان سلجوق اور آل عباس کے درمیان پیدا ہوئی، بادشاہ کی ملکہ شاہ محل ترکان خاتون نے اصرار کیا کہ اس کا چار سالہ بیٹا محمد بادشاہ بنے اور سکہ کے ساتھ خطبہ میں بھی اس کا نام پڑھا جائے۔ جب یہ مسئلہ کسی طرح بھی حل نہیں ہو رہا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ''خلیفہ بغداد مقتدر باللہ نے ترکان خاتون کے پاس امام غزالی کو اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا'' (۳۵)

خلیفہ کی خواہش تھی کہ سلطنت کا تمام کاروبار ترکان خاتون ہی کے زیر نگرانی رہے لیکن خطبہ اور سکہ عباسی خاندان کا ہی قائم رہے۔ جب امام غزالیؒ ملکہ کے دربار پہنچے تو وہ آپ کے تقدس اور حسن تقریر کے اثر سے آل عباس کی پیشکش پر راضی ہوگئی اور ایک بڑا فتنہ فرو ہوگیا۔

خلیفہ مستظہر باللہ (خلیفہ مقتدی بامر اللہ کا جانشین) امام غزالیؒ سے خاص ربط رکھتا تھا، رفتہ رفتہ امام صاحب نے بلند ترین مقامات تک ترقی کی امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''بست سال در ایام سلطان شہید روزگار گذاشت وازاو بہ اصفہان وبغداد اقبالہا ویدو چند بار میان سلطان وامیر المومنین رسول بود در کاہسے بزرگ'' (۳۶)

''سلطان شہید کے عہد حکومت میں، میں نے بیس سال گزارے اصفہان اور بغداد میں بڑی عزت اور منزلت حاصل کی، کئی بار سلطان اور امیر المومنین کے درمیان سفیر کا کام بھی کیا''

امام غزالی نے خاندان سلجوقیہ کے کئی سلاطین کے ادوار دیکھے، جب تک حکمرانوں کا رویہ عوام کے ساتھ بہتر رہا آپ کا تعاون ان کے ساتھ رہا، لیکن نظام الدین اور محمد شاہ کے انتقال کے بعد جب حکمرانی اس کے بیٹوں کے ہاتھ آئی تو مملکت سلجوقیہ کا نظام درہم برہم ہوگیا اور عوام ان کے ظلم اور ستم کی چکی میں پسنے لگے یہ وہ لمحہ تھا جب آپ کا رویہ حکمرانوں کے رویہ کی وجہ سے تبدیل ہونا شروع ہوگیا اور آپ نے حکمرانوں کو بے خوف وخطر اصلاح احوال اور دعوت دین دی۔ ایک خط میں آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

''وبحقیقت بداند کہ ہیچ وزیر بندین مبتلی نبود وبست ودر روزگار ہیچ وزیر ایں ظلم وخرابی برفت کہ اکنوں میرودو اگر چہ وی کارہ است ولیکن در خبر چنیں است کہ طوں ظالمان رادر قیامت مؤاخذت کند ہمہ متلعقان راں بایشاں ہم بداند ظلم بگیرد کس کہ قلم ایشاں تراشید باشد یا دوں ایشاں راست کودرہ وبحقیقت شناسد کہ ہیچ کس را اندوہ وی نخواہد بود خود تدبیر خویش کند وسعادت دیں ودنیا ی خود بانقطاع از ایں حاصل کند ایں میسر امروز سلامت دنیا قفت شدہ ہمہ ہمت خود در تدبیر آخرت صرف کند وہیچ نافع ترا ازیں نداند کہ ظلم از ایشاں چند آنکہ تواند دفع کند'' (۳۷)

''اچھی طرح جان لیجئے کہ کوئی وزیر اس بلا ومصیبت میں مبتلا نہیں ہوا جو آپ کے زمانے میں ہے اور کسی وزیر کے زمانے میں ایسا ظلم وستم نہیں ہوا جو اب ہو رہا ہے۔ اگر چہ آپ کام کے آدمی ہیں لیکن حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ظالموں سے مواخذہ کیا جائے گا تو صاحب قلم ودوات سے بھی باز پرس ہوگی کوئی آپ کی غم خواری کوئی نہیں کرے گا۔ اپنی تدبیر آپ کرلیں اور دین ودنیا کی سعادتیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہوسکا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جان لیجئے کہ دنیا سے سلامتی جاتی رہی ہے۔آخرت کا توشہ تیار کرنے پر کمر بستہ رہیے۔اور امراء کو ظلم سے روکنے سے بڑھ کر کوئی توشہ نہیں جس قدر ممکن ہو انہیں ظلم سے روکیئے ۔خصوصا اس علاقہ کے مسلمانوں کی ہڈیوں تک ظلم کی چھری پہنچ گئی ہے۔ان کی بیخ کنی کی جارہی ہے۔اور رعایا سے وصول کردہ ٹیکس سرکاری خزانے کے بجائے ان کی جیبوں اور تجوریوں میں جارہے ہیں ۔ظالموں نے وہ سب گھٹیا مال لوگوں میں تقسیم کیئے ہیں۔گذشتہ کی تلافی تو ممکن نہیں البتہ آپ شفقت وعنایت سے پر امید ہوں کہ آئندہ ان پر ظلم نہ ہونے پائیں گے''

امام صاحب کے نزدیک نظام مملکت کی خرابی کی بنیادی وجہ رعایا اور حکمرانوں میں فاصلے اور عوام کی اظہار رائے پر پابندی تھی، بادشاہ وقت کوئی بھی قانون اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے نافذ کرسکتا تھا اور عوام پر لازم تھا کہ بے چون وچرا اس پر عمل کریں کیوں کہ امام صاحب مزاج دربار اور دعوت دین کے اسرار ورموز سے آشنا تھے اس لیئے آپ نے حاکم وقت کے سامنے عوامی مسائل اور پریشانیوں کا اظہار مکتوبات اور خطابات کی صورت میں کیا ایک موقعے پر آپ نے بادشاہ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''بر مردمان طوس رحمتی کن کہ ظلم بسیار کشیدہ اندو غلئہ بسر ماوبی آبی تباہ شدہ ودرختھای صد سالہ از اصل خشک شدہ و ھدروستائی راھیچ نماندہ مگر پو شینئی و مشی عیال گر سنہ و برھنہ واگر رضادھوکہ پوشین از پوشت باز کنند نازمتان برھنہ یا فرزندان در تنوری شوندرضامدہ کہ پوستشان باز کنند واگر از ایشان چیزی خواھر ھمگنان بگریز ندو درمیان کو ھھا ھلاک شوندو این پوست باز کردن پاشد'' (۳۸)

''طوس کے لوگوں پر رحم کریں کیونکہ اُنہوں نے بہت ظلم وستم برداشت کیے ہیں۔کھیتی باڑی، سردی اور قلت بارش کے سبب تباہ ہوگئی ہے، سوسالہ درخت بھی جڑوں سے سوکھ گئے ہیں، دیہاتیوں کے پاس صرف چمڑا ہی رہ گیا ہے یا کچھ بھوکے ننگے بچے، وہ مع بال بچوں کے گرم تنور میں رات بسر کرتے ہیں اس ڈر کیساتھ کہ آپ کے کارندے اُن کے چمڑے بھی ادھیڑ ڈالیں گے، اس لیے اگر اس وقت ان سے کچھ طلب کیا گیا تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ کر اپنی جانیں تباہ کرلیں گے، ایسی صورت میں وہ چمڑا آپ کی گردن کیلئے وبال ہوگا''

امام صاحب ترک عزلت کے بعد عام شخص کی حیثیت سے لوگوں کی اصلاح اور تحقیق وتصنیف کا کام کرنا چاہتے تھے۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ صدر مدرسی نظامیہ کی پیشکش کو قبول کریں کیونکہ وہاں بحث ومناظرہ کی مجلس بھی برپا ہوگی جوکہ بغداد کا مزاج ہے۔اس کے علاوہ بادشاہ کا وقت کے دربار میں جانا اور ان کی ضروریات کے مطابق فتاوی بھی جاری کرنا پڑ سکتے ہیں، ان تمام باتوں سے امام صاحب کی ترک عزلت کا مقصد فوت ہو جاتا اس لیے انہوں نے وزیر خراسان کو ایک طویل خط لکھا۔جس میں انہوں نے بغداد نہ آنے کے درج ذیل عذر تحریر کی۔

''کہ یہاں طوس میں اس وقت ڈیڑھ سو مستعد طلبہ مصروف تحصیل ہیں جن کو بغداد جانے میں زحمت ہوگی دوسرے یہ کہ جب بغداد میں تھا تو میرے اہل وعیال نہ تھے۔اب بال بچوں کا جھگڑا ہے اور یہ لوگ ترک وطن کی زحمت نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٹھا سکتے۔ تیسرے یہ کہ میں نے مقام خلیل میں عہد کیا ہے کہ کبھی مناظرہ ومباحثہ نہیں کروں گا اور بغداد میں مباحثہ کے بغیر چارہ نہیں۔ اس کے سوا دربار خلافت میں سلام کرنے کے لیے حاضر ہونا ہوگا اور میں اس کو گوارہ نہیں کر سکتا سب سے بڑھ کر یہ کہ میں مشاہرہ اور وظیفہ قبول نہیں کر سکتا اور بغداد میں میری کوئی جائداد نہیں'' (۳۹)

غرض یہ کہ خلافت اور سلطنت کی طرف سے بہت کوشش اور چاہت ہوئی لیکن امام صاحب نے صاف انکار کیا اور گوشہ عافیت سے باہر نہیں نکلے۔ امام صاحب نے اصلاح معاشرہ، حقائق دین اور دیگر موضوعات پر تقریباً ۷۵ کے قریب کتابیں تصنیف کریں، آپ کا انتقال ۵۰۵ ہجری میں ہوا اور آپ آخر دم تک دعوت دین کا کام سرانجام دیتے رہے۔

اختتامیہ

وصولی حق کے بعد اسلامی تعلیمات کو حقیقی طور دُنیا میں روشناس کروانا اور اصلاح معاشرہ امام غزالیؒ کا عظیم کارنامہ ہے اگر چہ آپ کے وعظ و نصیحت زندگی کے تمام شعبہ زندگی پر محیط تھے لیکن آپ کا زیادہ زور علماء اور حکمرانوں پر رہا کیوں کے معاشرہ کا نظم وضبط ان ہی طبقات کے صحیح احوال پر منحصر ہے۔ آپ نے علماء سو اور علماء حق کے درمیان شریعت کے معاشرتی پہلو کو حق اور باطل کا معیار قرار دیا ہے اور آپ کے نزدیک عالم سو اگر چہ علوم ظاہری میں کامل مہارت رکھتا ہو لیکن معاشرتی واخلاقی طور پر تباہ حال ہو اور برخلاف اس کے عالم حق اگر چہ علوم ظاہری میں کمال نہ رکھتا ہو لیکن اخلاقی ومعاشرتی طور پہلے فریق سے بلند ہو تو قابل تقلید اور قابل احترام دوسرا فریق ہی ہوگا۔ آپ نے اپنی تعلیمات میں عوام الناس کی فلاح و بہبود کیلئے علماء سو اور علماء حق کی واضح نشانیاں پیش کی۔

معاشرتی اعتبار سے دوسرا اہم طبقہ حکمرانوں کا تھا، اگر چہ آپ نے حکمرانوں سے براہ راست تعلقات سے پہلو بچاتے تھے لیکن عوام کی بہتری اور اصلاح حکمرانوں کیلئے آپ نے مسند اقتدار پر فائز لوگوں کو اللہ کے سامنے حقوق رعایا کے معاملے میں جوابدہی کے احساس کو اُجاگر کیا۔ امام غزالیؒ کا رویہ حکمرانوں کے اُس رویہ کا عکس تھا جو کہ حکمرانوں کا رعایا کے ساتھ وابستہ تھا یعنی اگر حکمراں پابند شریعت اور عوام الناس کیلئے مفید ہوتے تو آپ کا رویہ اُن سے تعاون محبت اور اخلاص کا ہوتا اور اگر معاملہ اس کے برعکس تو آپ کا رویہ بھی اُن ہی کے عملوں کا آئینہ ہوتا، آپ نے اپنے مکتوبات، بالمشافہ ملاقتوں، تصنیفات اور دیگر ذرائع کے ذریعے حاکموں پر زور دیا کہ وہ لوگوں کے آرام وسکون اور بنیادی ضروریات کی سہولتوں کو یقینی بنائے نہ کہ اپنی عیش وعشرت اور ذاتی مفادات کیلئے عوام کے وہ حقوق جو کہ شریعت نے متعین کر دیئے ہیں اُن کو پامال کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

(۱)مودودی،مولانا''تفہیم القرآن''ج۱،ص۲۴۰،ترجمان القرآن،لاہور،۲۰۰۲ء

(۲)زمخشری،محمود بن عمر''اساس البلاغۃ''،ص۱۳۱،دارالمعرفۃ،بیروت ۱۹۷۹ء

(۳)اصفہانی،حسین بن محمد''المفردات فی غریب القرآن'' ص۱۷۰،اصح المطابع،کراچی،ن م

(۴)لبیانونی،محمد ابوالفتح ''المدخل الی علم الدعوۃ''ص۱۶،موسسۃ الرسالہ،بیروت،۱۹۹۱ء

(۵)القرآن:المائدہ:۶۷

(۶)القرآن:ایضا

(۷)القرآن:الشوری:۴۸

(۸)القرآن:الاعلی:۹

(۹)القرآن:الذاریات:۵۵

(۱۰)القرآن:ق:۴۵

(۱۱)القرآن:الغاشیہ:۲۱

(۱۲)القرآن:الطور:۲۹

(۱۳)القرآن:الاسراء:۱۰۵

(۱۴)القرآن:الاحزاب:۴۵

(۱۵)القرآن:المدثر:۱:۲

(۱۶)القرآن:الغافر:۱۸

(۱۷)البخاری،محمد بن اسماعیل''صحیح البخاری''باب غزوہ خیبر،ج۵،ص۲۸۰،ادارہ الطباعۃ المنیریۃ،مصر

(۱۸)القیشری،مسلم بن حجاج''صحیح مسلم''کتاب الایمان،باب بیان کون النہی عن المنکر،ج۲،ص۲۲،المطبعۃ المصریۃ،الازہر،۱۹۲۹ء

(۱۹)ترمذی،ابوعیسی الترمذی''سنن الترمذی''کتاب الفتن،باب ماجاء فی الامر بالمعروف،ج۲،ص۳۶۱،مطبع العلوم،دہلی،۱۲۶۵ھ

(۲۰)القرآن:آل عمران:۱۱۰

(۲۱)القرآن:ایضا:۱۰۴

(۲۲)القرآن:المائدہ:۲

(۲۳)ترمذی،ابوعیسی الترمذی''سنن الترمذی''کتاب العلم،باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل،ج۲،ص۴۳۹،محولہ بالا

(۲۴)الھندی،علی متقی''کنزل العمال فی سنن الاقوال''،مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ،دکن،۱۹۵۴ء

(۲۵)ایضاً

(۲۶) غزالی،محمد''المنقذ من الضلال،مجموعہ رسائل امام غزالی''،ص۵۳۸،دارالفکر،بیروت،۲۰۰۳ء

(۲۷)ایضا،ص ص۵۵۴،۵۵۵،محولہ بالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۸) نعمانی، شبلی ''الغزالی'' ص ۱۸۳، دار التذکیر، لاہور ۲۰۰۶ء

(۲۹) غزالی، محمد ''احیاء علوم الدین'' ج ۲، ص ۳۸۵، نورانی کتب خانہ، پشاور ۱۹۹۱ء

(۳۰) غزالی، محمد ''کیمیائے سعادت'' ج ۲، ص ۲۹۰، علمی و فرہنگی کبتیہ، تہران،، ۱۳۸۰ھ

(۳۱) غزالی، محمد ''فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام'' ص ۱۰، کتابفروشی ابن سینا، تہران، ۱۳۳۳ھ

(۳۲) غزالی، محمد ''ایہا الولد، مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص ص ۲۶۲، ۲۶۳، محولہ بالا

(۳۳) غزالی، محمد ''فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام'' ص ۶، ۷، محولہ بالا

(۳۴) ابن الاثیر ''الکامل فی التاریخ'' ج ۸، ص ۱۶۵، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۸ء

(۳۵) ایضاً

(۳۶) غزالی، محمد ''فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام'' ص ۵، محولہ بالا

(۳۷) ایضاً ص ص ۵۸، ۵۹، محولہ بالا

(۳۸) ایضاً ص ۴، محولہ بالا

(۳۹) ایضاً ص ص ۴۴، ۴۵، محولہ بالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوقومی نظریے کی ضرورت واہمیت

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر عمر حیات عاسم سیال

Abstract

Two nation theory the theory of Islam is the Identity of the Muslim nation allover the world. In such continent importance of the Muslim Ideology exist by uncountable sacrifices. At the time there are two nations in the such continent, Muslims and Hindus as a political powers of the zone. The reality between two nations, conflict the violation of human rights is the core issue to be solved as soon as possible Ideological foundations of the nations are the life resource for the undersells of the nations in subcontinent.

Negation among the nations about issues is the prosperity of the life of the individual citizen of the countries, " Importance of two nation theory thy significance and importance to be obsessed in the light of serah dourine, the article will proof the justification to balance the power in the Zone.

Political discipline of the state, the ideal state of Madinah Forth safety and respect of the human rights this Ideal in the time of prophet (PBUH)

Selected topic for discussion to make the balance society in such continent is the core issue of the time.

© rasailojaraid.com